ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

ماخذ تحقیقی مجلہ

بشیر احمد

پی۔ایچ۔ڈی، اردو (اسکالر)، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ۔

ڈاکٹر محمد الطاف دیوسف زئی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ۔

رپورتاژ "میں نے کشمیر جلتے دیکھا" ایک تجزیاتی مطالعہ

Bashir Ahmad
Phd Urdu, Scholar, Hazara University, Mansehra
Dr.Muhammad Altaf Yousofzai,
Assistant Professor, Urdu Department, Hazara University, Mansehra
Shabbir Ahmad
PhD Urdu Scholar, Hazara University, Mansehra

Reportage "Main Ne Kashmir Jalta Dekha" An Analytical Study

The term “Reportage” is basically the art of capturing the real picture of an event observed by a writer with naked eyes. It is the clear picture and extensive report which covers each and every aspect of the event. This term is mostly referred to media reports which show the sketch of news to tell a complete story to the general public. The same concept is being used in Urdu literature and now it became an art of writing eye witnessed stories, personal experiences, observations and perceptions. In past, we can find very little literary reportage in Urdu but nowadays this has become a proper genre and style of writing and many prominent writers have written masterpieces. The person who writes reportage is actually the eye witness of that particular event. It seems a very easy piece of writing but actually it is very difficult job to explain and record every aspect of the event. The piece of such reporting is more polished and longer than articles which is being published in the newspapers. Syed Saleem Gardezi is a prominent Urdu non-fiction writer belongs to the beautiful valley of Azad Jammu & Kashmir written reportage “Main Ne Kashmir Jalta Dekha” on Kashmir conflict. In 1991 this book was

honored with Presidential award. The Kashmir conflict is basically a territorial in nature and since Indo-Pak partition in 1947 India started violation of human rights in the region which is still on ground. The world is well aware of crimes committed by the Indian army .It's been75 years that People of Kashmir struggling for their very existence and right to self-determination. Gardezi in his book tried to explain the real situation and facts regarding the atrocities of Indian army in the valley which is called heaven by poets.

Keywords: *Kashmir, Soldier, Serinagar, terrorist, camps, Islamic fighters, BSF (Border Security Forces), atrocities, Human Rights violations, historical places, Muslim, Border Conflicts.*

رپورتاژ بنیادی طور پر دنیائے صحافت کی ایک صنف ہے لیکن اب اسے بطور ادبی صنف اردو ادب میں بھی کافی مقبولیت حاصل ہو گئی ہے۔ دراصل یہ لفظ لاطینی اور فرانسیسی زبانوں سے مستعار لیا گیا ہے لیکن انگریزی زبان میں بھی کم و بیش یہی لفظ موجود ہے اور ایک ہی معنی و مفہوم پیش کرتا ہے۔ جس طرح ایک صحافی سیدھی سادی زبان میں کسی بھی رونما ہونے والے واقعے کی کارگزاری ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات میں پیش کرتا ہے اسی طرح ایک ادیب بھی کسی واقعہ کی ادبی تصویر کشی کرتا ہے لیکن دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ صحافی کی رپورٹ کا مقصد محض واقعات کی خبر دوسروں تک پہنچانا ہوتا ہے مگر ایک ادیب اپنی رپورٹ میں ادبی چاشنی پیدا کر کے اسے صحافت سے جدا کر دیتا ہے۔ رپورتاژ ایک ایسی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر کشی ہے جس میں مصنف کی اپنی ذات، اسلوب، مشاہدہ اور تجربات شامل ہوتے ہیں۔ کچھ ناقدین سفر ناموں کو بھی رپورتاژ کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں لیکن چونکہ سفر نامہ تحریر کرنے کی پہلی شرط سفر کرنا ہوتی ہے اسی لیے سفر نامے کو رپورتاژ نہیں کہا جاسکتا لیکن رپورتاژ لکھنے کے لیے سفر کی ضرورت نہیں کیونکہ واقعات کہیں بھی کسی بھی وقت رونما ہو سکتے ہیں۔ بعض اوقات مصنف اپنے چشمِ تخیل کے ذریعے ہی رپورتاژ تخلیق کر سکتا ہے۔ رپورتاژ اپنی اصل میں خارجیت اور داخلیت کا ایک حسین امتزاج ہوتا ہے وہ صرف چشم دید واقعات پر لکھا جاسکتا ہے محض فرضی اور سنے سنائے قصے کہانیاں رپورتاژ کے زمرے میں شامل نہیں ہو سکتیں۔ طلعت گل اپنی کتاب "اُردو میں رپورتاژ کی روایت" میں رقم طراز ہیں:

> "رپورتاژ نگاری میں جن عوامل کا پایا جانا ضروری خیال کیا جاتا ہے ان میں رپورتاژ کا حقیقت پر مبنی ہونا، کہانی کا عنصر اور حقیقی واقعات کا حقیقی کرداروں کے ذریعے پیش کیا جانا لازمی ہیں۔ خبریہ انداز بھی اکثر فنکاروں کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ زبان و بیان کی خوبصورتی کو

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

"رپورتاژ" میں لازمی قرار دیتے ہوئے اکثر ناقدین نے لکھا ہے کہ "رپورتاژ" اور "کہانی" میں قریبی تعلق ہوتا ہے۔"(۱)

اُردو ادب میں رپورتاژ کی صنف ہندوستان کی تقسیم کی مرہونِ منت نظر آتی ہے کیونکہ تقسیم کے وقت جو خون کی ہولی کھیلی گئی اُس کی مثال دنیا میں شاید ہی کہیں ملتی ہو۔ ہندوؤں اور سکھوں کے اسلحہ بردار جتھوں نے جگہ جگہ مسلمانوں کا قتل عام کیا اور آزادی کے یہ دیوانے اپنے خون کی قربانی دے کر آنے والوں کے لیے ایک زندہ مثال قائم کر گئے۔ اُس دور کے نامور ادیبوں اور مصنفوں کے خامے جوش میں آ گئے اور انھوں نے اس ظلم و بربریت کی روداد کا آنکھوں دیکھا حال اپنی تحریروں میں شامل کیا۔ اس دور میں جو بہترین رپورتاژ لکھے گئے ان میں جمنا داس کا "خدا دیکھتا ہے"، شاہد احمد دہلوی کا "دہلی کی بپتا"، اور تاجور سامری کا "جب بندھن ٹوٹے" شامل ہیں۔ کرشن چندر نے "پودے" کے نام سے پہلی بار باقاعدہ رپورتاژ لکھا۔ اس کے بعد ترقی پسند تحریک کے مختلف مصنفوں نے کئی اچھے اور معیاری رپورتاژ تحریر کیے اور فسادات کی کہانی کو ادبی رنگ میں قاری کے سامنے پیش کیا جس کی بدولت اُردو ادب میں ایک نئی صنف کو مزید پھلنے پھولنے کا بھرپور موقع ملا۔ ان میں محمود ہاشمی "کشمیر اداس ہے"، قدرت اللہ شہاب " اے بنی اسرائیل "، ابراہیم جلیس "دو ملک ایک کہانی"، رامانند ساگر "اور انسان مر گیا" بھی اہم اور بہترین رپورتاژ نگاروں کی فہرست میں شمار ہوتے ہیں۔ رپورتاژ صرف جنگ اور فسادات تک ہی محدود نہیں بلکہ ادبی تقاریب، تہذیبی جلسوں اور سیر و سیاحت پر بھی بڑے خوبصورت اور مشہور رپورتاژ لکھے گئے۔ اس ضمن میں ظہیر سجاد "صبح ہوتی ہے"، کرشن چندر "خزاں کے پھول"، عادل رشید "بمبئی سے بھوپال تک" شامل ہیں۔ سیر و سیاحت پر خواجہ احمد عباس، ظفر پیامی، ظ انصاری اور محمود نظامی کے لکھے گئے رپورتاژ شامل ہیں۔

دور حاضر میں بھی ادیبوں نے اس صنفِ ادب کو زندہ رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور خصوصاً وادیٔ کشمیر کے سپوتوں نے اپنے وطن کی مٹی کا حق ادا کر دیا اور ہندوستان کی افواج کے ظلم اور بربریت سے جنم لینے والی داستانوں کو اپنے قلم کے ذریعے ایسی ضیاء بخشی کہ رہتی دنیا تک لوگ ان کی اس تحریروں کو فراموش نہیں کر سکیں گے۔ انہی ادیبوں میں ایک نام سید سلیم گردیزی کا بھی شامل ہے جنہوں نے اپنی کتاب "میں نے کشمیر جلتے دیکھا" میں اپنے سفر کی ادبی رپورٹ لکھ کر کشمیر کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کی داستان کو دنیائے عالم کے سامنے پیش کیا۔

تقسیم ہند برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا ایک ایسا واقعہ ہے جس نے جہاں عوام پر بہت سارے معاشی ،معاشرتی اور نفسیاتی اثرات مرتب کئے ہیں وہاں کشمیر کے مسلمانوں کو خونی اور مذہبی رشتوں کے ہونے کے باوجود ایک خونی لکیر کے دونوں طرف دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس تقسیم کے نتیجے میں دونوں طرف کے مسلمان دلوں کی قربت کے باوجود دور ہو گئے ہیں لیکن ان کی یہ محبت اکثر ان کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ چوری چھپے اس فرضی لائن کو جو ان کے جذبات کے درمیان کھینچی گئی ہے، عبور کر لیتے ہیں۔ "میں نے کشمیر جلتے دیکھا" ایک رپورتاژ ہے کیونکہ یہ ایک سفری داستان ہی نہیں بلکہ ایک ایسی رپورٹ ہے جس میں مصنف نے ادبی چاشنی پیدا کی ہے اور ایک ایسی فضا قائم کی ہے کہ ان کے سفر کی یہ داستان ایک بیانیہ کہانی اور خاموش کمنٹری محسوس ہوتی ہے ۔اس کتاب میں موجود واقعات اور آنکھوں دیکھے احوال کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے مصنف نے کیمرے کی آنکھ سے سارے واقعات کو محفوظ کر لیا ہو۔ قاری کا رپورٹ پڑھ کر آبدیدہ ہونا ایک فطری عمل ہے لیکن آنسوؤں کی لڑی کے پیچھے دلی کیفیت اور احساسات کا ایک ایسا بحر بیکراں کارواں ہو جانا ہی اس رپورتاژ کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ آغا اشرف رپورتاژ کی اس خوبی کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

> "رپورتاژ ایک بیانیہ کہانی اور خاموش کمنٹری ہوتی ہے جسے آپ سنیں گے ،ایک کہانی کی صورت میں پڑھیں گے اور یہ کہانی اس انداز سے پیش کی جاتی ہے جیسے آپ کانفرنس کی چہل پہل میں شریک ہوں سب کچھ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوا ہے اور یہ سب کچھ ایک تاریخی دستاویز کی صورت میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔" (۲)

"میں نے کشمیر جلتے دیکھا" سید سلیم گردیزی کی ایسی کاوش ہے جو اُن کے مظفر آباد سے سری نگر کا سفر اور وہاں کچھ دن قیام اور پھر واپس مظفر آباد کے سفر کی آنکھوں دیکھی داستان ہے۔ اس کتاب کو اکثر لوگ سفر نامہ شمار کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ ایک رپورتاژ ہے۔ اس میں رپورتاژ کے تمام محاسن کو بھرپور انداز میں برتا گیا ہے۔ اس رپورتاژ کے بارے میں مختار احمد کٹھانہ لکھتے ہیں:

> "یوں تو کشمیر کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن اس کتاب کی افادیت اس لحاظ سے بھی دوچند ہے کہ یہ مقبوضہ کشمیر کے حالات کی آنکھوں دیکھی داستان ہے جو ایک سند کا درجہ رکھتی ہے"(۳)

سلیم گردیزی لکھتے ہیں کہ سری نگر کی مسافرت کے دوران ان کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سفر کے دوران انہوں نے زیادہ تر پیدل سفر جنگلوں، بیابانوں اور گمنام گھاٹیوں کا کیا اور ان کے ساتھ بے شمار ناخوشگوار واقعات پیش آئے۔ ان میں سے ایک واقعہ کی منظر کشی مصنف اس انداز میں کرتے ہیں:

> "ہوا یہ کہ ہمارے راستے میں ایک بڑا فوجی کیمپ پڑتا ہے جس کی ہمارے گائیڈوں کو تو خبر تھی لیکن انہوں نے اس سے ہمیں باخبر نہیں کیا تھا۔ جب ہم عین اس فوجی کیمپ سے متصل راستے سے گزر رہے تھے اور فوجیوں کی بات چیت کی آوازیں بھی ہمیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ مہانے نے سرگوشی میں بتایا یہ فوجی کیمپ ہے یہ سنتے ہی ہمارے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی۔ میں اور مسعود اپنے اپنے طور پر یہ سوچنے پر مجبور تھے کہ گائیڈ ولی اور مسکین ایک سازش کے تحت ہمیں گرفتار کروانے کے لئے فوجی کیمپ میں تو نہیں لے جا رہے۔ البتہ مہانے پر ہمیں بھروسہ تھا اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ گائیڈوں کو اپنی بندوقوں کی نوک پر رکھیں اور اپنے آگے چلاتے ہوئے کیمپ کے علاقے سے باہر نکلیں۔"(۴)

جب مصنف اور اس کے ساتھی سفر کے بعد سری نگر کے علاقے میں قدم رکھتے ہیں تو وہاں ظلم اور بربریت کے واقعات کی تمام نشانیاں ان کی منتظر ہوتی ہیں۔ کشمیر کے اس علاقے میں کوئی گاؤں، کوئی قصبہ، کوئی شہر، کوئی گلی، کوئی کوچہ ایسا نہیں جہاں بھارتی افواج کے ظلم اور بربریت کے نشانات نہ ملتے ہوں۔ ایک اچھے لکھاری کی طرح سلیم گردیزی نے ان واقعات پر پردہ نہیں ڈالا اور نہ ہی کسی تعصب کا مظاہرہ کیا ہے۔ انھوں نے جو کچھ دیکھا اس کو من و عن سچائی اور ایمانداری کے ساتھ ایک ادبی رنگ کی صورت قاری کے سامنے رکھ دیا۔ اسی ایمانداری کے ساتھ وہ ایک گاؤں شمنا گر کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

> "گاؤں شمنا گر کے لوگ اپنے معمول کے کام کاج میں مصروف تھے کہ ایک فوجی کانوائے کا ادھر سے گزر ہوا کہا جاتا ہے کہ شمنا گر سے تین کلو میٹر دور اس کانوائے پر مجاہدین نے حملہ کیا تھا جس سے مبینہ طور پر سترہ فوجی ہلاک ہوئے تھے۔ فوجی کانوائے نے اس کا بدلہ شمنا گر گاؤں کے معصوم لوگوں سے لیا، اور ان پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ گاؤں میں خوف و ہراس پھیل گیا اور لوگ گاؤں سے دیوانہ وار بھاگ کھڑے ہوئے۔ فائرنگ کے بعد

فوجیوں نے اپنی گاڑیوں سے اتر کر مکانات پر گن پاؤڈر چھڑک کر گاؤں کو آگ کے شعلوں کی نذر کر دیا۔" (۵)

سلیم گردیزی کہیں بھی ادبی اور تاریخی بد دیانتی کا شکار نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعات کو بلا کم و کاست بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے آزادی کے سب سے بڑے علمبر دار اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کے دعوے دار ملک بھارت پر سے پر دہ اٹھاتے ہوئے ان کی اپنی ہی آزادی کے جشن کے دن آزادی اور جمہوریت کے ساتھ کھلواڑ کا ایک واقعہ جو "خادینار" نامی گاؤں میں پیش آیا یوں بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ کریں:

"۱۵ اگست کو جب پورے ہندوستان میں آزادی کا جشن منایا جارہا تھا۔ بارہ مولہ سے ساٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر خادینار نامی گاؤں میں بھارتی فوجی آزادی مانگنے والوں پر گولیاں برسا رہے تھے۔ رات کی تاریکی میں فوجی دستے گاؤں میں داخل ہوئے۔ عینی شاہدوں نے بتایا کہ ایک فوجی ٹولی نے چھبیس سالہ فاروق احمد کے گھر پر دستک دی۔ فاروق کی بوڑھی والدہ نے اٹھ کر دروازہ کھولا، دروازہ کھلتے ہی فوجیوں کے ہاتھوں رائفلیں آگ اگلنے لگیں۔ اگلے ہی لمحے فاروق کی بوڑھی والدہ خاک و خون میں لت پت دہلیز پر پڑی تھی۔ فائرنگ کی آواز سن کر فاروق احمد لون دروازے تک پہنچا تو ایک برسٹ نے اس کو بھی والدہ کی لاش کے ساتھ ابدی نیند سلا دیا۔" (۶)

سلیم گردیزی نے اس رپورتاژ میں آزادی کے ان پروانوں کی کاروائیوں کا ذکر بھی بڑے فراخدلانہ انداز میں کیا ہے۔ انہوں نے جو دیکھا اور سنا اسے بغیر کسی پس و پیش کے اپنے رپورتاژ میں تحریر کر دیا ہے۔ وہ کشمیری عوام پر غاصب فوج کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم پر خاموش کمنٹری کرتے جاتے ہیں اور ہندوستانی افواج کی ظلم بھری کہانی سامنے آتی جاتی ہے۔ ایسے ہی ایک واقعہ کو وہ بہت مغموم انداز میں پیش کرتے ہیں جس میں بہادر مجاہدین کی غیرت و جواں مردی اور بزدل ہندو افواج کی چیرہ دستیوں کا ذکر ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مجاہد علی محمد ملاح اپنے سیبوں کے باغ میں کچھ کام کر رہا تھا کہ کسی مخبر کی نشاندہی پر فوجی پارٹی نے باغ کا گھیراؤ کر دیا۔ فوجیوں نے اسے ہینڈز اپ کرنے کا حکم دیا تو اس نے بلا تاخیر ہاتھ بلند کر دیے لیکن آن واحد میں اس کے پھرن کے اندر سے تڑتڑ کی آواز کے ساتھ گولیاں نکلنا شروع ہو گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے چھ فوجی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ دراصل اس

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

نے صرف ایک ہاتھ اس انداز سے فضاء میں بلند کیا تھا کہ فوجیوں کو دھوکہ ہوا کہ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھادیے ہیں جواباً فوجیوں کی گنوں سے نکلتی ہوئی گولیاں اس مجاہد کے سر اور سینے سے اتر گئیں اور وہ جام شہادت نوش کر گیا۔"(۷)

سلیم گردیزی "میں نے کشمیر جلتے دیکھا" میں ہر قسم کے واقعات کی عکاسی کرتے ہیں چاہے بھارتی غاصب فوجیوں کے ظلم کے واقعات جو ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہوں یا ان کے مذہبی تہواروں کو سبوتاژ کرنے کے واقعات ہوں۔ مسلمانوں کا ایک عظیم تہوار عید قربان ہوتا ہے، جس کی تیاریاں وہ کئی دن پہلے شروع کر دیتے ہیں اور سنت ابراہیمی کی تعمیل بھی کرتے ہیں لیکن کشمیر کے مسلمان جس انداز سے سنت ابراہیمی کو پورا کرتے ہیں وہ کسی اور کے بس کی بات نہیں۔ ایسی ہی ایک عید قربان کی عکاسی وہ اس انداز میں کرتے ہیں:

"عید قربان اس گاؤں کے لئے تباہی و بربادی لائی پورا گاؤں ماتم کدہ بن گیا۔ اثاثہ لٹ گیا ہنستی بستی آبادی سنسان ہوگئی گھر ویران ہوگئے۔ قبرستان کی آبادی بڑھ گئی اب نہ گھروں کے آنگن میں بچوں کی کھیل کود ہے اور نہ باغات اور کھیتوں میں چہل پہل اب یہ لوگ دوبارہ عید آنے کی تمنا بھی نہیں کرتے اب بچے بھی عید کا انتظار نہیں کرتے"(۸)

سلیم گردیزی نے اپنے اس رپورتاژ میں جہاں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کو بیان کیا ہے وہاں انہوں نے کشمیر کے سکھوں کے بھی اپنی سرزمین کے بارے میں جذبات کو بڑے خوبصورت اور مدلل انداز میں بیان کیا۔ ایک ہندو کو جب دھوکے سے کشمیر سے نکال دیا جاتا ہے تو اس کے جذبات کو مصنف یوں بیان کرتا ہے۔

"میرے وطن کا کیا حال ہے؟ اور میری وادی کیسی ہے؟ میرے بھائی اور دوست کیسے ہیں؟ کیا سیب کے باغات جو بن پر ہیں شالی کے کھیت کیسے لگ رہے ہیں؟ کیا میں نے یہ سب دیکھنے کا حق کھو دیا ہے؟ مہربانی کر کے کچھ کہہ دیجئے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ماضی کی غلطی نہیں دھراؤں گا۔ میں دوبارہ مسلمان بھائیوں کو دھوکہ نہیں دونگا۔"(۹)

"میں نے کشمیر جلتے دیکھا" کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سلیم گردیزی نے رپورتاژ کے جملہ محاسن کو سامنے رکھ کر ایک بہترین رپورتاژ تخلیق کی ہے جس میں کشمیر کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم، ان کی بے بسی، لاچاری اور ہندوستانی فوجوں کی مکاری کی کہانی نہایت حقیقت اور سچائی کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

حوالہ جات

۱) طلعت گل، "اُردو میں رپورتاژ کی روایت"، شبانہ پبلی کیشنز، دہلی، ۱۹۹۲ء ص ۱
۲) ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، "داستان تاریخ رپورتاژ نگاری"، ادارہ علم و فن لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۴۵
۳) مختار احمد کٹھانہ، "میں نے کشمیر جلتے دیکھا" عرض ناشر از سلیم گردیزی مکتبہ جمال، لاہور، ۲۰۲۰، ص ۶
۴) سلیم گردیزی، سید، "میں نے کشمیر جلتے دیکھا"، مکتبہ جمال، لاہور ۲۰۲۰ء، ص ۳۰، ۳۱
۵) ایضاً ص ۴۵
۶) ایضاً ص ۶۲
۷) ایضاً ص ۷۸
۸) ایضاً ص ۵۴، ۵۵
۹) ایضاً ص ۱۳۸